ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.4 (2024)
(October to December)

کالرج اور والٹر ڈی لاء میئر کی شاعری میں پراسرار رومانویت کے منیر نیازی پر اثرات

The influence of mysterious romanticism in the poetry of Coleridge and Walter de la Mare on Munir Niazi

منوّر احمد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج، بھکر
سرور عظیم قریشی
صدر شعبہ اُردو، تھل یونیورسٹی، بھکر
اَرم جمیل
صدر شعبہ انگریزی، تھل یونیورسٹی، بھکر

Munawar Ahmad
Assistant Professor, Urdu Department, Government Graduate College Bhakkar
Serwar Azeem Qureshi
Head of Urdu Department, Thal University Bhakkar
Erum Jameel
Head of English Department, Thal University Bhakkar

Abstract:
Mysterious romantic elements appear in many places in the poetry of S.T. Coleridge. Coleridge is a poet who is captivated by the magic of supernatural elements. Mysteriousness and supernatural thinking have been overshadowed in a scientific society. The impact of ancient civilizations and the modern era on human psychology is profound. Coleridge has created a new spirit in his poetry by incorporating supernatural elements. Similarly, Walter de la Mare is a poet of the world of dreams, where he finds spiritual and mental peace for man in dreams and imagination. In the same vein, the renowned twentieth-century poet Munir Niazi seeks to escape the monotony of a scientifically advanced society and take refuge in the embrace of mysterious romanticism. This article argues that the mysterious romantic elements in Munir Niazi's poetry are, in fact, influenced by the works of S.T. Coleridge and Walter de la Mare. The shadows of mysterious romanticism are apparent throughout Niazi's poetry. The twentieth century is known for its scientific inventions and rapid technological progress.

Keywords: Super Natural Elements, Mysterious Romanticism, Walter De la Mare, Metaphysical Thinking, Munir Niazi, Industrial Society.

انگریزی کے مشہور رومانوی شاعر ایس ٹی کالرج ۱۷۷۲ء انگلینڈ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۳۴ء میں اس دنیائے فانی کو خیر باد کہا۔ کچھ عرصہ کیمبرج یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہے مگر ڈگری حاصل نہ کر سکے۔ وہ غیر معمولی ذہین اور فطین تھے۔ ان کی طبیعت میں بے

مقصدیت نام کی کوئی چیز جگہ نہ بنا سکی۔ وہ صرف شاعر ہی نہیں بلکہ فلسفی، سپاہی اور عمدہ سیاح بھی تھے۔ انہوں نے ورڈزورتھ کے ساتھ دو سال گزارے، یعنی ورڈزورتھ کے ساتھ انھوں نے ۱۷۹۷ء سے سن ۱۸۰۰ء تک ایک ساتھ وقت گزارا۔ یہ ورڈزورتھ ہی کے اثرات ہی کا نتیجہ تھا کہ جب اس نے اپنے آپ سے یہ عہد کیا کہ وہ انگریزی شاعری کو ایک نئی جہت کی طرف گامزن کرے گا۔ اس نے اپنے وسیع ذہن میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ مافوق الفطرت حالات اور واقعات کو اس طرح بیان کرے گا کہ پڑھنے والے اسے حقیقی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس لیے ایس ٹی کالج کی شاعری میں پراسرار رومانوی عناصر تمام مقامات پر دکھائی دیتے ہیں ایس، ٹی، کالرج کی پر سرار رومانویت کے متعلق مشہور محقق ڈاکٹر محمد یٰسین فرماتے ہیں:

> "کولرج فوق الفطرت کے دھندلکوں میں کھو گیا۔ مافوق الفطرت کا اثر انسانی تاریخ میں کم اہم نہیں رہا ہے۔ تہذیب انسانی کے ابتدائی دور میں خرافاتی تہمات کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ لیکن سائنس کی ترقی سے تمام فوق الفطری دلچسپیاں مفقود ہونے لگی۔ معاشرتی زندگی میں ان تبدیلیوں کے باوجود ادیبوں اور شاعروں نے مافوق الفطرت عناصر کو رموز و علامات بنا کر ان سے بہت اہم کام لیے ہیں۔ آج بھی انسان کے دل میں نامعلوم سا خوف اور اس کی طرف سے وسوسہ باقی ہے۔ ادب میں مافوق الفطرت سے مراد یہ ہے کہ دیو، جنات، بھوت پریت غرض کہ ایک فوق البشر عالم کی زندگی میں انسانی زندگی کے حقائق اور رموز تلاش کیے جائیں، یا انسانی نفسیات پر ان کے غیر شعوری اثرات کا جائزہ لیا جائے۔ رومانوی شاعروں سے پہلے شیکسپیئر اور اسپینسر نے مافوق الفطرت کا استعمال کیا تھا ۔ لیکن کالرج کا طریقہ سب سے نرالا تھا۔ اس نے اپنی غیر معمولی فکر اور تخیل سے کام لے کر مافوق الفطرت کے نئے رخ دریافت کیے، اور اس سے اپنی شاعری میں نئی روح پیدا کی"(۱)

ایس ٹی کالرج نے "THE RHYME OF THE ANCIENT MARINER" پراسرار رومانوی فضا تخلیق کی ہے۔ کالرج نے اس نظم میں فطرت اور مافوق الفطرت عناصر کیآمیزش سے ایک حیران کن قصہ بہترین انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ ایک بوڑھا ملاح شادی کی دعوت میں جاتے ہوئے ایک مہمان کو اپنیمقناطیسی گفتگو اور نگاہوں کے کمالِ فن سے روک لیتا ہے اور اسے اپنا قصہ سنانے لگتا ہے کہ ایک بار وہ بحری سفر پر روانہ ہوا تھا۔ جب اس کا جہاز خطِ استوا پر پہنچا تو اس وقت تک تو وہ ٹھیک طریقے سے حرکت کر رہا تھا سمندر کی سطح پر چلتا جا رہا تھا اس کے بعد ایک سمندری طوفان آیا اور جہاز سمندر کی موجوں پر ہچکولے کھاتا ہوا بحر جنوبی میں جا پہنچا وہاں ایک بڑا سمندری پرندہ البٹروس (ALBATROSS) نمودار ہوا جس جسے وہ کھانا بھی کھلاتے اور اس کے ساتھ کھیلتے بھی تھے۔ وہ پرندہ خوش قسمت تھا۔ اور تمام جہازی البٹروس (ALBATROSS) کو خوش قسمتی کی علامت سمجھتے تھے۔ ایک

دن ملاح نے غلطی سے اسے مار ڈالا حالانکہ تمام جہاز کے لوگ اس پرندے کو خوش بختی کی علامت سمجھ رہے تھے، پہلے تو سارے لوگ ملاح سے ناراض ہوئے۔ اس کے بعد جہاں اپنے سفر پر بہترین انداز روانہ ہو گیا، تو سب لوگوں نے ملاح کی تعریف شروع کر دی جلد ہی جہاز جمی ہوئی برم میں پھنس گیا، تو لوگوں نے ملاح کو غلط کہا۔ اس کے بعد یہ عجیب واقعہ ہوا کہ جہاز پراسرار طور پر چل کر دوبارہ خط استوا کے مقام پر آ گیا اور وہاں ہوا بند ہو گئی اور جہاز بالکل رک گیا۔ مسافروں نے محسوس کیا کہ جہاز ایک عجیب مقام پر پہنچ گیا۔ وہاں سارے جہاز کے مسافر مر گئے اور صرف وہ اکیلا بوڑھا زندہ رہا۔ اس نظم میں مافوق الفطرت فضا کے متعلق ڈاکٹر احسن فاروقی لکھتے ہیں:

> "اس نظم میں عجائبات کو کالرج نے ایک نیا مقام دے دیا ہے۔ پوری نظم ایک خواب ہے مگر اس خواب کے گہرے معنی ہیں۔ سزا اور جزا کے مسئلے کا بڑا اہم حل پیش کیا گیا ہے۔ غیر فطری باتوں کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ وہ بالکل فطری معلوم ہوتی ہیں، سمندر کے مناظر انسان اور پرندے سب کی حرکات بہت ہی پر اثر ہیں۔ نفسیات انسانی کی بڑی اچھی تحلیل کی گئی ہے"(۲)

"کرسٹا بیل" ایسٹی کالرج کی ایک ایسی نظم ہے، جس میں پر سرار رومانویت کے سائے ہر طرف سرسراتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ایک فرضی قصہ ہے جس میں سر ولیو لائن کی بیٹی کرسٹا بیل "CHRISTABEL" کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ "جیر الڈین "ایک بدروح ہے۔ جو کرسٹابل کو جب وہ جنگل میں آدھی رات کو اپنے منگیتر کی سلامتی اور عافیت کی دعا کے لیے گئی ہوئی تھی، کو جھوٹ موٹ ایک کہانی سنا کر اس کی ہمدردیاں سمیٹ لیتی ہے۔ اس نظم کے پہلے بند میں پر سرار ماحول ہر طرف چھایا دکھائی دیتا ہے۔ ایک بڑے سے قلعے کے گھڑیال میں آدھی رات کا گھنٹہ بجا اور الّوؤں نے ہو، ہو، ہو، ہو، کر کے اونگھتے ہوئے مرغوں کو بھی جگا دیا، اور اونگھنے والے مرغوں نے با آواز بلند اذان دینا شروع کر دی۔ دوسرے بند میں سر لیو لائن کے پاس ایک نواب کی بڑی محل نما کوٹھی ہے۔ اس نے ایک لمبے بالوں والی، بے دانت، میسٹف نسل کی کتیا پال رکھی ہے۔ پہاڑی کے نیچے اپنے لکڑی کے گھر میں وہ بوڑھی میسٹف گھنٹے کی ٹن ٹن کا جواب بھونک بھونک کر دیتی ہے، چوتھائی گھنٹے پر وہ چار بار اور پورے گھنٹے پر بارہ مرتبہ بھونکتی ہے۔ ہمیشہ دھوپ ہوں یا بارش ہو وہ دھیمی آواز سے سولہ بار ذرا ذرا سا بھونکتی ہی رہتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ اسے اس حویلی کی مرحوم زمیندارنی بیگم کی روح دکھائی دیتی ہے، جس کی وجہ سے وہ بھونکتی ہے، تیسرے بند میں سرد اور تاریک رات کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ حلقہ ٹیالہ بادل آسمان کی وسعت اور بلندیوں پر چھایا ہوا ہے۔ چاند ان بادلوں کے پیچھے ہے اور پورا چاند چمک رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ چھوٹا اور بے رنگ سا دکھائی دے رہا ہے۔ رات ٹھنڈیہے اور بادل خاکستریوں لگتا ہے کہ یہاپریل کا مہینہ ہے۔ اس نظم کے چوتھے بند میں قلعہ سے ایک فرلانگ دوری کے فاصلے پر واقع جنگل میں خوبصورت خاتون کرسٹابیلے، جس سے اس کے والد بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ وہ جنگل میں اس وقت اپنے منگیتر کے لیے دعا مانگ رہی ہے کیونکہ وہ کل ساری رات اپنے منگیتر سردار کے بارے میں بڑے برے خواب دیکھتی رہی

ہے۔ اور آدھی رات کو اٹھ کر وہ اپنے دور دراز گئے ہوئے منگیتر محبوب کی فلاح و بہبود کے لیے دعائیں مانگتی دکھائی دیتی ہے۔ کالرج کی اس نظم میں پر سرار رومانوی انداز فکر اور رومانوی ماحول اور خوبصورت رومانوی مناظر جابجا دکھائی دیتے ہیں۔

پانچویں بند میں وہ کوئی بات نہیں کر رہی ہے بلکہ دھیمے دھیمے ہلکی ہوا میں دعائیں کر رہی ہے، اس کے سامنے اس کے ساتھ شاہ بلوط کے درخت پر کائی اور امر بیل کے سوا کوئی بھی اور چیز نہ تھی۔ وہ شاہ بلوط کے درخت کے ایک جانب کھڑی ہوئی خاموشی سے دعائیں مانگ رہی تھی اور خوبصورت کرسٹابیل اچانک اچھل پڑی جب اس نے کسی کے کراہنے کیآواز سنی، وہ یہ سمجھ نہ سکی کہ آواز کس کی ہے۔ یہآواز بڑے وسیع اور قدیم شاہ بلوط کے بڑے سے درخت کے دوسری جانب سے آرہی تھی۔ ساتویں بند میں اس نے دیکھا کہ رات سرد ہے، جنگل میں سنسناہٹ محسوس ہو رہی ہے، ہوا چل رہی ہے لیکناس کے چلنے کی قوت درختوں کے پتوں پر اثر انداز نہیں ہو رہی ہے۔ ایک عجیب سا ماحول دکھائی دے رہاہے۔ یہاں اس نظم میں پر سرار رومانوی فضااور ایس ٹی کالرج کا فن ہمیں عروج پر دکھائی دیتاہے۔

ایس ٹی کالرج ایک مشہور تصورات کی دنیا سے مالا مال رومانوی شاعر کے طور پر انگریزی ادب میں بلند شہرت کا حامل ہے ۔۱۷۷۹ء میں اس نے ایک کتاب کا مطالعہ کیا۔ جس کا نام "PURCHAS 'S PILGRIMS" تھا۔ اس کتاب میں چینکے سفر کے حالات ایک سیاح نے لکھے تھے۔ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے کالج کے دل میں اس تخیلاتی شہر "زینیڈو" یا "ایکسناڈو" نام کے شہر کے بارے میں لکھنے کا خیال آیا۔ اس وقت ملک چین پر قبلائی خان کی حکومت تھی اور دنیا کے وسیع رقبے پر اس کی سلطنت مشرقی چین سے مشرقی یورپ تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ وہ دور تھاجب مارکو پولو نے اپنا سفر مکمل کیا تھا اور اپنا مشہور سفر نامہ بھی اسی دور میں لکھا تھا۔ وہ زینیڈو نام کے خیالی شہر کے بارے میں ایک محل کی تعمیر کا ذکر کرتا ہے۔ اس وقت کے بادشاہ نے جس کا حکم دیا تھا اس محل کو مقدس دریائے ایلف کے کنارے پر تعمیر کیا جانا تھا۔ اس کے ارد گرد مضبوط دیوار تھی اور اس کے کئی مینار بھی تھے۔ یہ دریا مقدس، ایک پر کشش اور طلسماتی غار سے نکلتا تھا اور اس شگافی غار میں ایک مقدس چشمہ بہتا تھا۔ جس سے پتھر بھی نکل نکل کر ادھر ادھر بکھرتے تھے اور اس سے ہیرے جواہرات بھی نکلتے تھے اور یہ دریائے ایلف بغیر جھاگ کے بے جان سمندر میں جا کر گرتا تھا۔ اس وقت چین کا بادشاہ قبلائی خان اس جگہ پر جاتا اور اپنے مرے ہوئے آباواجداد کی روحوں کیآوازوں کو سنا کرتا جو آنے والے زمانے کی پیش گوئیاں کیا کرتی تھیں۔ ان کا سایہ دریاؤں کی لہروں پر رقص کرتا ہوا دکھائی دیتا اور یہ عشرت کدہ ایک حیران کن طریقے سے بنا ہوا تھا۔ اس میں بڑے بڑے برف کی غاروں کے ساتھ روشن جگہ بھی تھی جہاں پر فانوس جگمگاتے تھے۔ ایس ٹی کالرج کہتے ہیں:

"Enfolding sunny spots of greenery.
But oh! that deep romantic chasm which slanted
Down the green hill athwart a cedarn cover!
A savage place! as holy and enchanted
As e'er beneath a waning moon was hunted
By women wailing for her demon-lover!

And for this chasm, with ceaseless turmoil seething,
As it this earth is fast thick pants were breathing,
A mighty fountain momently was forced:
A mid whose swift half- intermitted burst
Huge fragments vaulted like rebounding hail,
Or chaffy grain beneath the thresher's flail:
And mid these dancing rocks at once and ever
İt flung up momently the sacred river.
Five miles meandering with a mazy motion
Through wood and Dale, the sacred river ran,
Then reached the caverns measureless to man,
And sank in tumult to a lifeless ocean:
And mid this tumult Kubla heard from far
Ancestral voices prophesying war!
The shadow of the dome of pleasure
Floated midway on the waves;
Where was heard the mingled measure
From the fountain and the caves.
İt was miracle of rare device,
A sunny pleasure - dome with caves of ice"!(3)

اسی طرح ایسٹی کالرج کی نظم قبلا خان کے اندر پر سرار رومانوی انداز فکر اور رومانوی ماحول بام عروج پر دکھائی دیتا ہے۔ دریائے ایلف کا مقدس غار سے نکلنا اور بغیر جھاگ کے سمندر میں گرنا۔ مشرقی بادشاہ کا دریائے ایلف کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے مرے ہوئے آباؤ اجداد کی روحوں سے گفتگو کرنا، اور مستقبل کی پیش گوئیاں سننا، یہ سب پراسرار رومانوی ماحول پیدا کرنے ولے عناصر ہیں۔ اس نظم کے متعلق کنیز اسلم اور شعیب بن حسن لکھتے ہیں:

"This is one of Coleridge's most well- known poems, and is an example of his conception of the fantastic and the supernatural. He speaks of the grandeur of Kubla khan's court and all the elements of imagination and fantasy are at work. There is about the poem a magical, dream- like quality. İn fact it is generally accepted that the poem was written while under the influence of opium to which the

poet was addicted for his rheumatic pain. This explains the trance- like atmosphere." (4).

منیر نیازی کی شاعری میں ہمیں پرسرار رومانویت کے سائے ہر طرف سرسراتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں ۔ منیر نیازی اپنی پرسرار رومانویت کی وجہ سے اپنے دور کے تمام شعراء میں بلند منصب پر فائض دکھائی دیتے ہیں۔ بلکہ وہ پراسرار محسوسات کا شاعر ہے ۔اس کے محسوسات کی پرسراریتانگریزی شاعر والٹر ڈی لاء میئر سے مشابہ ہے۔ ایس ٹی کالرج کی شاعری کا عکس بھی ہمیں منیر نیازی کی شاعری میں دکھائی دیتا ہے۔منیر نیازی دور حاضر کی سائنسی ترقی کے زمانے سے جان چھڑا کر قدیم پرسرار رومانویت کے دامن میں پناہ لینا چاہتا تھا۔یہ اس کا جدید سائنسی معاشرہ سے فراریت کا ایک خاص انداز دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ اس کا ایک انفرادیت پسند نقطہ نظر بھی ہے۔اور یہ ایک انفرادی صورت بھی ہے۔ منیر نیازی فرماتے ہیں:

ایک میں اور اتنے لاکھوں سلسلوں کے سامنے
ایک صوتِ گنگ جیسے گنبدوں کے سامنے
مٹتے جاتے نقشِ دود دم کی آمد و رفت سے
کھلتے جاتے بے صدا سب آئینوں کے سامنے
ہے ہوائے سیر آب اور اجنبی سی سرزمیں
اڑ رہی ہے خاکِ کہنہ ساحلوں کے سامنے
آگ جلتی ہے گھروں میں یا کوئی تصویر ہے
یادگارِ جرم آدم خاکیوں کے سامنے
باطنِ زردار پراسرار ہے جیسے منیر
کانِ زر کی بند، ہیبت مشعلوں کے سامنے (۵)

ان اشعار میں منیر نیازی نے اپنا مقصد پراسرار رومانوی لہجے میں بیان کیا ہے۔وقت کے گنبدِ احساس میں انسانیت پر جبر مسلسل کو سرمایہ دارانہ معاشرے جن مصائب کا سامنا ہے،ان کو پراسرار رومانوی فضا میں پیش کیا ہے۔ انسانی نسلوں کے بے آواز سلسلوں کا سفر غیر محسوس انداز میں جاری ہے۔صوتِ گنگ اور زندگانی کے مٹتے نقوش ،عہدِ حاضر کے صنعتی معاشرے کے تلخ شعور کی عکاسی کرتے ہیں۔منیر نیازی ایک میٹافزیکل رومانوی باغی ہے ،جو کہ جدید صنعتی معاشرے سے فراریت کے انداز کو بھی رومانویت کی آنکھ سے دیکھتا ہے ۔پراسرار رومانوی شاعر منیر نیازی کے یہ خیالات انبساط اور نیم عقلی رویہ اس ماورائی انتقام سے وابستہ ہے ۔منیر نیازی دورِ جدید کے مادّیت پر مبنی معاشرے کی ناہمواریوں کو بھی پراسرار فضا میں پیش کرتے ہیں۔منیر نیازی کہتے ہیں:

ہے یہ ان کی زندگی کے روگ کا کوئی علاج
ابتداء ہی سے ہے شاید شہر والوں کا مزاج
اپنے اعلیٰ آدمی کو قتل کرنے کا رواج
مارنے کے بعد اس کو دیر تک روتے ہیں وہ
اپنے کردہ جرم سے ایسے رہا ہوتے ہیں وہ(۶)

منیر نیازی پر سرار رومانویت کی چھتری تلے محبت کرتے ہیں۔ ۔ آج کل کے جدید معاشرہ میں انفرادیت کا نیم شعوری طریقہ کار ایک نفسیاتی رد عمل بن کر ظاہر ہوتا ہے ۔ اور ایک دوسرے کو سمجھے بغیر ہی اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جاتے ہیں اور کھو جانے اور رو دینے کی کیفیت اسی کشمکش میں پوشیدہ ہے۔ ہر دور میں انسان صرف خیالی وسوسوں کی بنیا د پر ایک دوسرے کا نقصان کرتا آیا ہے۔اس کے دوسرے مجموعہ کلام" جنگل میں دھنک" کے رومانوی تجربات ذات کے انحرافی طریقہ کار کے باعث ایک تیسرے وسوسے کو جنم دے رہے ہیں۔جو کہ پراسرار رومانوی فضا میں پیش کیا گیا ہے۔ان اشعار میں پراسرار رومانوی ماحول کو اس طرح پیش کیا گیا ہے۔ منیر نیازی کہتے ہیں:

"گہری چاندنی راتوں میں یا گرمیوں کی دوپہروں میں
سونے تنہا رستوں میں یا بہت پرانے شہروں میں
نئی نئی شکلوں میں آکر لوگوں کو پھسلاتی ہیں
پھر اپنے گھر لے جا کر ان سب کو کھا جاتی ہیں
اسی طرح وہ گرم لہو کی پیاس بجھاتی رہتی ہیں
ویرانوں میں موت کا رنگیں جال بچھاتی رہتی ہیں
جسم کی خوشبو کے پیچھے دن رات بھٹکتی رہتی ہیں
لال آنکھوں سے رہگیروں کا رستہ تکتی رہتی ہیں"(۷)

منیر نیازی کے مطابق انسانوں کی روحیں جب عالمِ ارواح میں تھیں تو جو روحیں ایک دوسرے کے زیادہ قرہب کھڑیں تھیں ان میں زیادہ محبت اس دنیا میں ہوتی ہے۔وہ کہتے ہیں انسان کے دلوں میں اپنے محبوب کے لیے وسوسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ کہیں وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ یہ خدشات بغیر کسی وجہ کے انسان کے دل میں محبوب سے جدائی کا خوف پیدا کرتے ہیں۔بعض اوقات یہی وسواس اپنے اندر کے انسان سے بھی وابستہ کیے ہوئے ہیں ۔یہ منیر نیازی کا ہم زاد بھی ہو سکتا ہے۔انہیں خدشات کا اظہار منیر نیازی پراسرار رومانوی انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

بچھڑ گئے تو پھر بھی ملیں گے ہم دونوں اک بار

یا اس بستی دنیا میں یا اس کی حدوں کے پار
لیکن غم تو بس اتنا، جب ہم وہاں ملیں گے
ایک دوسرے کو ہم کیسے تب پہچان سکیں گے
یہی سوچتے اپنی جگہ پر چپ چپ کھڑے رہیں گے
اس سے پہلے بھی ہم دونوں کہیں ضرور ملے تھے
یہ پہچان کے نئے شگوفے پہلے کہاں کھلے تھے
یا اس بستی دنیا میں یا اس کی حدوں کے پار
بچھڑ گئے ہیں مل کر دونوں پہلے بھی اک بار (۸)

منیر نیازی نے اپنی ذات میں جھانک کے دیکھا اپنے عشق میں نہا کے دیکھا ،اپنے ارتقائے حیات کو غور سے دیکھا اور اس تثلیث نے شک میں جس جانور کو جنم دیا ،وہ تذبذب کی فضا میں انسانوں کو پراسرار اور غیر حکیمی حقیقی مخلوق سمجھنے لگا۔ منیر نیازی کو اس فضا سے خوف اور دشمنی کی بو آتی ہے ۔وہ لوگوں کی موجودگی کو اپنے لیے جہنم سمجھتے ہیں چنانچہ انھوں نے تیسرے مجموعے کا نام "دشمنوں کے درمیان شام" رکھا ہے۔

اس نے اپنے اندر کا آفت زدہ شہر دریافت کیا ہے ۔ شہر کی اجنبیت نظموں کے پر سرار عنوانات سے ظاہر ہوتی ہے۔ شام ،خوف ،ساتواں در کھلنے کا سماں ،دشمنوں کے درمیان شام ۔"دھوپ میں میں ایک غیر آباد شہر "، "ایک دوزخی شہر پر بادلوں کے لیے دعا" ان تما م نظموں پر انگریزی شاعری کے اثرات نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ اگر ہم منیر نیازی کی پر سرار رومانویت کا جائزہ لیں کہ یہ عناصر ان کی شاعری میں کیوں آئے ،اس لیے کہ معاشرے میں فطرت سے انسان کا تعلق ختم ہوتا جا رہا ہے ،دور جدید کی ہولناکیوں نے انسان کو وحشت اور خوف کا عادی بنا دیا ہے، انسان کے ذہن میں خوف بیٹھ گیا ہے۔ اور وہ خوف ہمیں منیر نیازی کی شعر گوئی میں دکھائی دیتا ہے۔ منیر نیازی فرماتے ہیں:

شاموں کی بڑھتی تیرگی میں
برکھا کے سونے جنگل میں
کبھی چاند کی مٹتی روشنی میں
رنگوں کی بہتی نہروں میں
ان اونچی اونچی کھڑکیوں والے
اجڑے اجڑے شہروں میں
کن جانے والے لوگوں کی

یادوں کے دیے جلاتے ہو
کن بھولی بسری شکلوں کو
گلیوں میں ڈھونڈنے جاتے ہو(۹)

منیر نیازی کی شاعری میں پراسرار رومانوی فضا میں بجلیوں کا کڑکنا ،طوفانوں کا آنا آندھیوں کا تیز رفتاری سے چلنا ا،یس ٹی کالرج کی شاعری کی پراسرار رومانوی فضا سے مستعار دکھائی دیتے ہیں ۔منیر نیازی کی شاعری میں اور شعراء کے بھی اثرات واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں ۔ منیر نیازی کی نظموں میں خزاں رات کی اذیت میں" وہ اور رات " نظم میں واضح طور پر ولیم بلیک کے اثرات کے نتائج ہیں۔ رات ولیم بلیک اور منیر نیازی دونوں کے لیے ایک روحانی تجربے کی بنیادکی حامل ہے، اس طرح منیر نیازی کی شاعری میں رات کی جو علامت ہے۔ وہ منیر نیازی اور اس کی تنہائی ساتھی ہے ۔یعنی رات کے اندھیرے سے منیر نیازی کو پیار ہے ،محبت ہے ۔ولیم بلیک سے منیر نیازی کا لگاؤ کا ثبوت یہ ہے کہ ولیم بلیک کی نظم "To The Evening Star" سے منیر نیازی نے شام کے روشن ستارے کے مناظر سے پراسرار رومانوی ماحول کی فضا ایک خاص انداز سے پیش کیا ہے۔منیر نیازی زندگی کے مسائل اور معاشرتی ناہمواریوں کو بھی رومانویت کے زاویہ نگاہ سے پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں:منیر نیازی کہتے ہیں:

ایک بڑا خاکستری میدان تھا پھیلا ہوا
دور تک کچھ بھی نہ تھا ویران درختوں کے سوا
یا پرانا سا کھنڈر ایک پیپلوں کے باغ کا
اور رات سر پر آگئی اور میں ابھی راستے میں تھا
پھر ہوا چلنے لگی اور میں ابھی راستے میں تھا(۱۰)

ایس ٹی کالرج کی شاعری کا عکس بھی ہمیں منیر نیازی کی محسوسات کی شاعری میں نظر آتا ہے۔منیر نیازی اپنی پر سرار رومانویت کی وجہ سے اپنے دور کے تمام شعراء میں بلند منصب پر فائض دکھائی دیتے ہیں ،بلکہ وہ پراسرار محسوسات کا شاعر ہے ؛اس کے محسوسات کی پراسراریت انگریزی شاعر والٹر ڈی لا میئر سے مشابہ ہیں۔ والٹر ڈی لا میئر کے متعلق رانا خضر سلطان لکھتے ہیں :

"والٹر ڈی لاء میئر کی شاعری میں بچپن اور خواب کی دنیا کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ یہ تصور اس کے ہاں اس قدر دل آویز ہے۔کہ یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔کہ یہ دنیا جو ہمیں اتنی دلفریب نظر آرہی ہے، شاعر کے تخیل کی پیداوار ہے یا اس کیبادوں سے مرتب ہوئی ہے ۔اس کی زیادہ دقیق

شاعری وہ ہے جس میں وہ سائے دھوپ بچپن اور بڑھاپے اور غم و حسرت کی متضاد فضا کو پیش کرتا ہے اس کا حساس ذہن تین طرح سے آسودگی کی جستجو کرتا ہے ایک خوابوں کی دنیا میں دوسرے موت کی پرسرار کشش میں اور تیسرے بچپن کیباد میں ۔اسے خواب میں ایک ایسی آسودگی اور تکمیل دکھائی دیتی ہے ۔جو بیداری میں ممکن الحصول نہیں ہے ۔اپنی نظموں کی ان داخلی کیفیت کی وجہ سے وہ پڑھنے والے کو امریکی شاعر،پو، کیباد دلاتا ہے۔ بنیادی طور پر والٹر ڈی لا میئر کی شاعری خواب و خیال ، خف اور احساس مرگ کے علاوہ حیرت واستعجاب کی شاعری ہے"(۱۱)

والٹر ڈی لامیئر کہتے ہیں :

"Is there anybody there, said the Traveler
Knocking on the moonlit door
And his horse in the silence champed the grasses
Of the forest's ferny floor
And a bird flew up out of the turret
Above the Traveler's head
And he smote upon the door again a second time
Is there anybody there, he said?
But no one descended to the Traveler
No head from the leaf fringed sill
Leaned over and looked into his grey eyes
Where he stood perplexed and still
But only a host of phantom listeners
That dwelt in the lone house then
Stood listening in the quiet of the moonlight
To that voice from the world of men
Stood thronging the faint moonbeams on the dark stair" (12)

والٹر ڈی لامیئر کی نظم کا کردار ایک مسافر ہے جو پرانی سی قلعہ نما عمارت کے لوہے کے بھاری دروازے پر دستک دیتا ہے۔ عمارت کے گرد گھاس اُگی ہوئی ہے۔ آس پاس گھنا جنگل ہے۔ عمارت کا فرش ٹوٹا پھوٹا ہے اور پرندوں کے برچوں میں

پھڑپھڑانے سے فضا مزید پراسرار ہو جاتی ہے۔ مسافر دوبارہ دستک دیتا ہے مگر کوئی جواب نہیں آتا۔ مسافر کھڑا رہتا ہے اور اضطراب کے عالم میں دکھائی دیتا ہے۔ چاند کی روشنی میں وہ دستک کا جواب سننے کے لیے کھڑا رہتا ہے مگر کوئی جواب نہیں ملتا۔ وہ ایک بار پھر لوہے کے بھاری دروازے پر ہاتھ سے آواز پیدا کرتا ہے مگر اُس کی آواز خالی کمروں اور عمارت کی چاردیواری سے ٹکرا کر گونج پیدا کرتی ہے۔ دروازوں اور دیواروں کے پتھروں سے ٹکرا کر واپس آجاتی ہے۔ کوئی جواب نہ ملنے پر آخر کار وہ واپس ہو جاتا ہے۔ یہ نظم ایک پراسرار گہری خاموش، رومانوی فضا پیدا کرتی ہے جس میں شاعر والٹر ڈی لامیئر انسان کی وجودیت، تنہائی اور انسانی دنیا کے نامعلوم گوشوں کو بے نقاب کرتا ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں:

"That goes down to the empty hall
Hearkening in an air stirred and shaken
By the lonely Traveler's call.
And he felt in his heart their strangeness,
Their stillness answering his cry,
While his horse moved, cropping the dark turf,
Neath the starred and leafy sky
For he suddenly smote on the door, even
Louder, and lifted his head
Tell them I came, and no one answered
That I kept my word, he said
Never the least stir made the listeners
Though every word he spake
Fell echoing through the shadowiness of the still house
From the one man left awake
Ay, they heard his foot upon the stirrup
And the sound of iron on stone
And how the silence surged softly backward
When the plunging hoofs were gone" (13)

والٹر ڈی لامیئر اس نظم میں خاموشی اور سناٹے کو پراسرار رومانوی فضا کی علامت کے طور پر پیش کرتے ہیں جو انسان اور نامعلوم دنیاؤں کے درمیان موجود ایک پردے کی شکل میں موجود ہوسکتی ہے۔ یہ نظم پڑھنے والے میں پراسراریت، احساس تنہائی اور تجسس کو پیدا کرتی ہے۔ مسافر کو جواب نہ ملنا اس کے اردگرد کے پراسرار تہذیبی خاموش ماحول کی عکاسی کرتا ہے اور یہ نئی تہذیب اور معاشرت کی تنہائی اور بے بسی کی علامت ہے۔ اس نظم کا کردار نامعلوم دنیاؤں کی تلاش میں دکھائی دیتا ہے۔

منیر نیازی پراسرار محسوسات کا شاعر ہے ۔اس کے محسوسات کی پرسراریت انگریزی شاعر "والٹر ڈیلا میئر "سے مشابہ ہے ۔اگرچہ ایس ٹی کالرج کی شاعری کا عکس بھی ہمیں منیر نیازی کی محسوسات کی شاعری میں دکھائی دیتا ہے۔ منیر نیازی نے اپنے دور کے جدید معاشرے کے کرب کو اپنی شاعری میں پراسرار رومانوی انداز فرماتے ہیں،کہ جدید صنعتی معاشرے کے اندر چھپا ہوا اخلاقی انحطاط ظاہر ہو جاتا ہے ۔منیر نیازی کا دور دراصل روحانی طور پر زوال پذیر ہے۔ اس دور نے انسان کو خود غرض بنا دیا ہے ۔اور وہ اپنی ذات میں خود غرضی کی صفات میں سمٹ کر رہ گیا ہے ۔ دورِ جدید کا انسان اپنے آس پاس کے ماحول سے بے خبر ہے۔منیر نیازی کی شاعری میں ہمیں بے آباد بستیاں ،ویران اجاڑ جگہیں ،اندھیری کالی راتیں دراصل انسانی وجود کی تنہائی کا دوسرا نام ہے ۔جس کا بیسویں صدی کے انسان اور معاشرے نے سامنا کیا ہے۔

اپنی اس نظم میں منیر نیازی نے پراسرار خوفناک رومانوی ماحول تخلیق کیا ہے ۔اسی قسم کا انداز والٹر ڈی لا میئرنے اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے ۔ایک پرانا کھنڈر قلعہ نما ہے اور مسافر کے قدموں کے نیچے انے والے پتوں کی اواز پیپل کے درختوں کی جھرمٹ سے اسی صدا کی بازگشت آرہی ہے ۔یہی انداز منیر نیازی کی نظم "صدا بصحراء"میں ہمیں ملتا ہے۔ منیر نیازی اس نظم میں کہتے ہیں:

چاروں سمت اندھیرا گھپ ہے اور گھٹا گھنگھور
وہ کہتی ہے کون
میں کہتا ہوں میں
کھولو یہ بھاری دروازہ
مجھ کو اندر آنے دو
اس کے بعد اک لمبی چپ اور تیز ہوا کا شور(۱۴)

اسی طرح منیر نیازی اس قسم کے خیالات ایک دوسری نظم "میں اور شہر "میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سنسان ہیں مکان کہیں در کھلا نہیں
کمرے سجے ہوئے ہیں مگر راستہ نہیں
ویراں ہے پورا شہر کوئی دیکھتا نہیں
آواز دے رہا ہوں کوئی بولتا نہیں"(۱۵)

اسی طرح منیر نیازی شہر کی صنعتی زندگی سے بھاگتا ہے۔ اور شہر کی جڑی ہوئی دیواروں کی تہذیب کو مستحسن نہیں سمجھتا ۔شہر کی بے ہنگم آبادی ،سماجی زندگی اور وحشت ناک زندگی کے بارے میں بھی بتاتے ہیں۔یہی وہ زندہ

حقیقت ہے جس کا دورِ جدید کا انسان مقابلہ کر رہا ہے ۔ انسانی باہمی محبت کو فروغ دیا جائے اور آج کے دور میں انسان انسان کا گلا کاٹ رہا ہے، اس کی مذمت کی جائے۔ ایسے جرائم کی روک تھام ہونی چاہیے ۔منیر نیازی کی پراسرار رومانوی شاعری میں سمعی اور حسی پیکر اتنے جاندار ہیں کہ شعر کا تاثر ایک متحیر اور حرکت کرتا ہوا تجربہ بن جاتا ہے۔جس میں منیر نیازی اپنی قوت اور ذہانت بدولت رنگوں کے تبدیل ہونے سے بیدار ہونے والے نئے انسان اور اس کے سماج کو پیش کرتے ہیں ۔شام ہوا ،جنگل ،عفریت ،بھوت ،چڑیل اور موت کی علامات کے ساتھ ساتھ پراسرار چیزیں اور سرگوشیاں کرتی ہوائیں ،ایسے خیالات منیر نیازی کو دوسرے شعراء سے منفرد مقام پر فائز کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ یٰسین، محمد، ڈاکٹر، انگریزی ادب کی مختصر تاریخ، علی گڑھ، انڈیا، انجمن ترقی اُردو، ۱۹۷۰، ص:۱۹۱۔۱۹۲

۲۔ فاروقی، احسن، ڈاکٹر، "تاریخ ادب انگریزی" کراچی، مقتدرہ قومی زبان، (شعبہ تصنیف و ترجمہ) یونیورسٹی آف کراچی، ۱۹۸۶ء، ص:۳۹۴

3: Coleridge, S.T,The Complete Poems of Samuel Taylor Coleridge, LONDON, England, Penguin Classics, 1997.P 429.

4: Kaneez Aslam, and Shuaib bin Hassan, A New Anthology of English Verse, Lahore, Pakistan, The Carvan Books House, Anaar Kali Bazar, Edition 1st. P 65.

۵۔ منیر نیازی، ایک اور دریا کا سامنا (کلیات) مرتب، فاطمہ حسن، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء ص ۴۰۱۔۴۰۲

۶۔ ایضاً ص:۳۴۱

۷۔ ایضاً ص:۹۰

۸۔ ایضاً ص:۸۹

۹۔ ایضاً ص:۱۴۱

۱۰۔ ایضاً ص:۱۴۹

۱۱۔ سلطان، رانا خضر، انگریزی ادب کا تنقیدی جائزہ، لاہور، بک ٹاک، ۲۰۰۵ء، ص:۲۶۶۔۲۶۷

12: Walter De La Mare, "The Listeners, and other Poems" London, Constables and Co. Ltd.1930. P58

13: Ibid. P59

۱۴۔ منیر نیازی، ایک اور دریا کا سامنا، (کلیات) مرتب، فاطمہ حسن، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۸۶

۱۵۔ ایضاً ص ۱۶۲

Reference in Roman Script:

1. Yaseen, Mohammad, Dr.,Angrezi Adab Ki Mukhtasar Tareekh,Aligarh, India, Anjuman Taraqqi Urdu, 1970, p. 191-192.

2. Faruqi, Ahsan, Dr.,Tareekh Adab Angrezi, Karachi, Muqtadra Qaumi Zaban, (Shoba Tasneef o Tarjumah) University of Karachi, 1986, p. 394.
3. Coleridge, S.T.,The Complete Poems of Samuel Taylor Coleridge,London, England, Penguin Classics, 1997, p. 429.
4. Kaneez Aslam, and Shuaib bin Hassan,A New Anthology of English Verse, Lahore, Pakistan, The Carvan Books House, Anar Kali Bazar, p. 65.
5. Muneer Niazi,Ek Aur Darya Ka Samna,(Kulliyat), Murattab: Fatima Hasan, Islamabad, Dost Publications, Street Number 5, Isha'at Awal, 2008, p. 401-402.
6. Ibid, p. 341
7. Ibid, p. 90
8. Ibid, p. 89
9. Ibid, p. 141
10. Ibid, p. 149
11. Sultan, Rana Khizr,Angrezi Adab Ka Tanqeedi Jaiza, Lahore, Book Talk, Mian Chambers, Temple Road, 2005, p. 266-267.
12. Walter De La Mare,The Listeners, and Other Poems, London, Constables and Co. Ltd., 1930, p. 58.
13. Ibid., p. 59.
14. Muneer Niazi,Ek Aur Darya Ka Samna, (Kulliyat), Murattab, Fatima Hasan, Islamabad, Dost Publications, Street Number 5, Isha'at Awal, 2008, p. 86.
15. Ibid, p. 162.